جناب سید جلال الدین عمری

نظامِ مصطفوی کے ذرائع دولت

اسلام کے نقطۂ نظر سے

اسلام نے انسان کو معاشی جد و جہد کی آزادی ہی نہیں بلکہ ترغیب بھی دی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ من مانے طریقے سے مال جمع کر سکتا ہے۔ اس کے لیے اس کو تمام غلط اور ناجائز طریقے چھوڑنے پڑیں گے اور صحیح اور جائز ذرائع پر قناعت کرنی ہوگی۔ اسلام نے جن ذرائع آمدنی کو مباح قرار دیا ہے ان میں تجارت بھی ہے۔ اس نے تجارت کو پسند کیا اور مختلف طریقوں سے اس کی حوصلہ افزائی کی۔ جو تاجر اپنی تجارت میں دیانت و امانت سے کام لے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشہداء[1]	سچا اور امانت دار تاجر (قیامت کے دن) نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

صنعت و حرفت بھی اکتساب مال کا ایک جائز ذریعہ ہے۔ قرآن مجید اور احادیث میں اس ذریعے کو پسندیدہ نظر سے دیکھا گیا ہے اور اسے اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ قرآن مجید نے لوہے کی اہمیت اور نوعِ انسانی کے لیے اس کی افادیت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (الحدید آیۃ ۲۵)	ہم نے لوہا اتارا اس سے جنگ (کا سامان) بھی تیار ہوتا ہے اور لوگوں کے لیے دوسرے فائدے بھی ہیں۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال بحوالہ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ دارمی۔ دارقطنی

ہمارے مفسرین نے لکھا ہے کہ لوہے سے انسان حصول معاش میں بھی فائدہ اٹھاتا ہے اس سے اس کی دوسری ضرورتیں بھی پوری ہوتی ہیں اور وہ اس کی صنعتوں میں بھی کام آتا ہے۔ ہر صنعت لوہے سے وجود میں آتی ہے یا کم از کم اس میں لوہا ضرور استعمال میں آتا ہے[1]۔

لوہے سے قدیم انسان نے جتنا فائدہ اٹھایا دورِ جدید کے انسان نے اس سے زیادہ فائدہ اٹھایا ہے۔ اگر اس سے فرد اور سماج کو نقصان نہ پہنچے تو شریعت اسے منع نہیں کرتی۔ قرآن مجید کے الفاظ سے ہر دور میں لوہے کی افادیت اور منفعت کے لیے اس کی ضرورت اور اہمیت واضح ہوتی ہے اس میں اس سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب بھی ہے۔

حضرت داؤدؑ کے بارے میں قرآن مجید نے فرمایا:۔

وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (سبا: ۱۱)	ہم نے اس کے واسطے لوہے کو نرم کردیا اور کہا کہ وہ بڑی بڑی زرہیں بنائے اور ان کے حلقوں کا صحیح اندازہ کرے اور یہ کہ وہ نیک کام کریں (یاد رکھو) کہ جو کچھ تم کرتے ہو اسے میں دیکھ رہا ہوں۔

ایک دوسرے موقع پر فرمایا:۔

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۝ (الانبیاء: ۸۰)	اور ہم نے تمھارے ایک لباس کی صنعت (زرہ سازی) اس کو سکھائی تاکہ تمھاری لڑائی کے وقت تمھاری حفاظت ہوسکے تو کیا تم اس کا شکر ادا کروگے؟

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صنعت وحرفت ایک پیغمبر جیسی شخصیت کے وقار کے بھی منافی نہیں ہے اور اسے اختیار کرنے کے بعد بھی انسان خدا کا صالح ترین بندہ بن سکتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام معمولی انسان نہیں تھے بلکہ ایک بڑی سلطنت کے فرماں روا تھے۔ انھیں اپنے دور میں جس طرح

---

[1] زمخشری: الکشاف عن حقائق التنزیل تفسیر آیت مذکور

کی صنعت کی ضرورت تھی اسے انھوں نے ترقی دی اور اس سے فائدہ اٹھایا۔ آج کے صنعتی تقاضے مختلف ہیں ان تقاضوں کو پورا کرنا قرآن مجید کے منشار کے عین مطابق ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے سمندر میں بے پناہ دولت رکھی ہے۔ قرآن مجید نے اس سے فائدہ اٹھانے اور اس پر خدا کا شکر ادا کرنے کی تلقین کی ہے۔ اس نے کہا کہ یہ اللہ کا بڑا فضل ہے کہ انسان اتھاہ سمندروں میں جہاز رانی کے قابل ہوا جس کی وجہ سے وہ بے شمار فوائد حاصل کر رہا ہے۔ خدا کی اس نعمت پر اسے سجدۂ شکر بجالانا چاہیے۔

وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (النحل: ۱۴)	وہی ہے جس نے سمندر کو تابع کردیا تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں دریا اور سمندر کو پھاڑتی ہوئی چلی جاتی ہیں (یہ اس لیے ہے کہ) تم اس کا فضل تلاش کرو اور اسی کا شکر ادا کرو۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید نے بتایا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے کشتی بنانے کا حکم دیا اور انھوں نے کشتی بنائی۔ اسی کشتی کی وجہ سے وہ اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے طوفان سے محفوظ رہے۔ (ہود: ۳۶ - ۴۴)

قرآن مجید صنعت و حرفت کی کتاب نہیں ہے جس میں اس موضوع پر تفصیل سے بحث کی گئی ہو لیکن ان ارشادات سے اس کا رجحان ظاہر ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے بڑے بڑے پیغمبروں نے بھی اپنے وقت کی صنعت سے فائدہ اٹھایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زمین میں دولت کے بے پناہ خزانے رکھے ہیں۔ اسی میں سونا چاندی، تانبہ، پیتل، لوہا، کوئلہ اور دوسری قیمتی معدنیات موجود ہیں اور اسی کے نیچے تیل جیسی سیال دولت بہہ رہی ہے۔ قرآن مجید نے کہیں بھی ان سے استفادہ سے منع نہیں کیا ہے بلکہ ان میں انسان کی معاشی کا سامان ہے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی اسے پوری اجازت ہے۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ	ہم نے تمھیں زمین میں اقتدار بخشا اور تمھاری

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝

معاش کے سامان اس میں رکھ دیے بہت کم تم شکر ادا کرتے ہو۔

ایک اور جگہ فرمایا ہے:-

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَن لَّسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ ۝ وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۝

(الحجر: ۲۰-۲۱)

ہم نے زمین میں تمہارے لیے اسباب معاش رکھ دیے ہیں اور اس میں وہ مخلوقات بھی ہیں جن کے رازق تم نہیں ہو (بلکہ ہم ہیں) اور ہر چیز کے ہمارے پاس خزانے موجود ہیں اور ہم اسے ایک متعین مقدار میں نازل کرتے ہیں۔

زمین سے غلہ، اناج، پھل، سبزیاں اور انسان کی غذا کا جو دوسرا سامان پیدا ہوتا ہے اسے قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کے ایک بڑے احسان کی حیثیت سے ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ فرمایا:

فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ۝ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۝ فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۝ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ۝ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۝ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ۝ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۝ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ

(عبس ۲۴-۳۲)

انسان اپنی غذا پر غور کرے۔ ہم نے پانی زور سے برسایا۔ پھر زمین کو اچھی طرح پھاڑ دیا اور اس میں اناج اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ میوہ اور گھاس پیدا کیا اس میں تمہارے لیے اور تمہارے چوپایوں کے لیے زندگی کا سامان ہے۔

ایک جگہ زمین سے حاصل ہونے والی ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے پر اس طرح ابھارا گیا ہے۔

وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ۝ وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ ۝ لِيَأْكُلُوا مِن ثَمَرِهِ

ان کے لیے یہ ایک بڑی نشانی ہے کہ مردہ زمین کو ہم نے زندہ کر دیا۔ اس سے اناج پیدا کیا جس میں وہ کھاتے ہیں ہم نے زمین میں کھجور اور انگور کے باغات پیدا کیے اور اس میں چشمے بہائے تاکہ وہ اس کے

وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ (یٰسٓ ۲۳-۲۵)

پھل کھائیں۔ ان کے ہاتھوں نے اسے نہیں بنایا۔ پس یہ کیوں نہیں شکر کرتے ؟

ایک اور موقع پر خدا کے ان احسانات کا حق ادا کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ (الانعام : ۱۴۲)

وہی ذات ہے جس نے ایسے باغ پیدا کیے جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور ایسے بھی جو ٹٹیوں پر چڑھائے نہیں جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی کہ ان سب کے پھل ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اس نے زیتون اور انار پیدا کیا جو ایک دوسرے سے مشابہ بھی ہیں اور جدا جدا بھی جس وقت وہ پھل دیں ان کے پھل کھاؤ جس دن ان کو کاٹو تو ان کا حق ادا کرو بے جا خرچ نہ کرو۔ اسراف کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

اس طرح قرآن مجید نے یہ تصور دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین میں بے شمار نعمتیں پیدا کی ہیں۔ انسان کو ان سب نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کا پورا حق ہے البتہ وہ اس کو اس بات کا پابند بناتا ہے کہ وہ خدا اور بندوں کے حقوق نہ فراموش کر بیٹھے۔

زراعت انسان کا قدیم ترین ذریعہ معاش ہے۔ اسلام کا رجحان اس کو ترقی دینے کا رہا ہے چنانچہ اس کی اس نے ترغیب بھی دی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے کار اور غیر مزروعہ زمین کو جو بھی شخص آباد کرے وہ اسی کی ہے۔ البتہ جبر و ظلم سے دوسرے کی جائداد پر قبضہ کا کسی کو حق نہیں ہے۔

من احیی ارضا میتة فھی له ولیس لعرق ظالم حق[۱]

جو شخص کسی مردہ زمین کو زندہ کرے وہ اسی کی ہے اور ظالم کا کوئی حق نہیں ہے

۱؎ مشکوٰۃ۔ کتاب البیوع۔ باب الغصب بحوالہ احمد، ترمذی، ابوداؤد، مالک

ایک اور حدیث میں ہے :۔

من عمر ارضا لیست لاحد فھو احق بھا قال عروۃ و قضی بہ عمر فی خلافتہ[1]	جو شخص ایسی زمین آباد کرے جو کسی کی نہ ہو تو وہی اس کا حق دار ہوگا۔ عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے (بھی) اپنی خلافت میں اسی کے مطابق فیصلہ کیا تھا۔

ان احادیث کی بنا پر فقہ حنفی میں کہا گیا ہے کہ حکومت کی اجازت سے جس طرح ایک مسلمان غیر مزروعہ زمین پر (جس کا کوئی مالک نہ ہو) قبضہ کر سکتا ہے اسی طرح ایک ذمی بھی قبضہ کر سکتا ہے[2]

اسلام نے دولت کے جن ذرائع کو جائز قرار دیا ہے ان میں دھوکے، فریب، رشوت ستانی ذخیرہ اندوزی اور ایسے تمام طریقوں سے منع کیا ہے جو غیر اخلاقی ہیں اور جن میں دوسرے کو نقصان پہنچا کر فائدہ اٹھانے کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بالکل واضح ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں :۔

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...... عن بیع الغرر[3]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکے کے کاروبار سے منع فرمایا

ایک مرتبہ آپ نے غلّہ کے ایک ڈھیر میں ہاتھ ڈالا تو اندر سے بھیگا ہوا غلّہ نکلا۔ آپ نے غلّے کے تاجر سے پوچھا کہ یہ اندر سے گیلا کیوں ہے ؟ اس نے جواب دیا۔ بارش میں بھیگ گیا تھا۔ آپ نے فرمایا "پھر اسے اوپر کیوں نہیں کر دیا تاکہ لوگ دیکھ کر خریدتے ؟ اس کے بعد ارشاد فرمایا :۔

من غش فلیس منی[4]	جو شخص دھوکہ دے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں

رشوت ستانی کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ثوبانؓ کی روایت ہے :۔

---

[1] مشکوٰۃ، کتاب البیوع، باب المساقاۃ، بحوالہ بخاری [2] ہدایہ، کتاب احیاء الموات [3] مشکوٰۃ، کتاب البیوع باب المنھی عنہا من البیوع، بحوالہ مسلم [4] مشکوٰۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب المنھی عنہا من البیوع بحوالہ مسلم

لعن رسول اللہ الراشی والمرتشی[1] — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی۔ رشوت دینے والے پر بھی اور رشوت لینے والے پر بھی۔

ذخیرہ اندوزی کو شریعت نے بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لا یحتکر الا خاطی[2] — گناہگار انسان ہی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے

ایک دوسری حدیث میں ہے:۔

الجالب مرزوق والمحتکر ملعون[3] — جو تاجر غلہ باہر سے بازار میں لائے اللہ اسے رزق دیتا ہے اور جو ذخیرہ اندوزی کرے اس پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔

ایک اور حدیث ہے:۔

من احتکر طعاماً اربعین یوما یرید به الغلاء فقد بری من اللہ وبری اللہ منہ[4] — جو شخص چالیس دن تک اس خیال سے غلہ کا ذخیرہ کر رکھے کہ قیمت چڑھ جائے تو اللہ سے اس کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ اور اللہ بھی اسے چھوڑ دیتا ہے۔

اسلام نے کسب دولت کے بعض ذرائع کو بالکل ناجائز قرار دیا ہے۔ ان ذرائع کے اختیار کرنے کی وہ کسی حال میں اجازت نہیں دیتا۔ اس کی نمایاں مثال سود کی ہے اس نے صاف الفاظ میں کہا کہ تجارت کے ذریعے ہونے والی آمدنی تو حلال اور طیب ہے لیکن سود سے جو دولت حاصل ہوتی ہے وہ حرام اور ناپاک ہے۔

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو (البقرہ: ۲۷۵) — اللہ تعالیٰ نے لین دین اور تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام فرمایا۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الامارہ، باب رزق الولاۃ وہدایاہم، بحوالہ ترمذی، ابوداؤد

[2] مشکوٰۃ، کتاب البیوع، باب الاحتکار، بحوالہ مسلم

[3] 〃 〃 〃 بحوالہ ابن ماجہ، دارمی

[4] 〃 〃 〃 بحوالہ رزین

تجارت سے انسان اپنی معاشی ضروریات بھی پوری کرتا ہے اور دوسروں کی خدمت بھی کرتا ہے۔ وہ خود بھی فائدہ اٹھاتا ہے اور ملک اور سماج کی معیشت کو بھی فائدہ پہنچاتا ہے۔ لیکن سود دولت مند کی دولت میں اضافہ کرتا اور غریب کو غریب تر بناتا ہے۔ ایک سود خوار معاشرے کے ضرورت مند اور کمزور طبقات کو نقصان پہنچا کر خود دولت سمیٹتا ہے اور دوسروں کی اقتصادی حالت کو تباہ کر کے ترقی کرتا ہے۔ اس کی خواہش اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ غریب ابھرنے نہ پائے اور ہمیشہ اس کا دست نگر رہے محتاج رہے۔ وہ اس کی غربت اور لاچارگی ہی سے فائدہ اٹھا کر ترقی کرتا ہے۔ اسلام اس رجحان کا سرے سے مخالف ہے۔ وہ غریبوں اور کمزوروں کے ساتھ ہمدردی اور لطف و محبت کے جذبات پیدا کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ نے دولت دی ہے وہ ناداروں اور محتاجوں کی مدد کریں۔ یہی بات قرآن مجید نے ان الفاظ میں کہی ہے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ (البقرہ: ۲۷۶)

اللہ سود کو مٹاتا اور صدقات و خیرات کو بڑھاتا ہے اور وہ کسی ناشکرے اور گنہگار کو پسند نہیں کرتا۔

اسلام نے ایک طرف غریبوں کی مدد پر ابھارا، ان کی کفالت کی ذمہ داری لی اور ان کے ساتھ ہر طرح کا تعاون کیا۔ دوسری طرف سود خواروں کے خلاف سخت اقدام کیا۔ ان کو ہدایت کی کہ جو لوگ ان کے قرض میں پھنسے ہوئے ہیں ان سے وہ صرف اصل رقم واپس لے سکتے ہیں۔ زیادہ کا ان کو حق نہیں ہے۔ اس میں بھی انھیں اپنے قرض داروں کے ساتھ ممکنہ رعایت کرنی ہوگی۔ سختی اور بداخلاقی ان کے لیے جائز نہیں ہے۔ چنانچہ سود کے احکام کے ذیل میں قرآن مجید نے فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود (دوسروں کے ذمے) باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ لیکن اگر تم توبہ کرتے ہو

رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ٥ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرہ ۲: ۲۷۹-۲۸۰)

تو تمھیں اصل مال مل جائے گا۔ نہ تو تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی دوسرا تم پر ظلم کرے اگر وہ تنگ دست ہے تو اس کی کشایش اور آسانی تک مہلت دو۔ اگر تم جانو، تو بہتر یہ ہے کہ تم اسے بخش دو۔

قرآن مجید کے نزدیک سود خواری سب سے بڑا سماجی اور اخلاقی جرم ہے۔ اسی وجہ سے اس نے کسی بھی اخلاقی خرابی کے سلسلے میں وہ سخت رویہ نہیں اختیار کیا جو سود خواری کے سلسلے میں اختیار کیا، اور اسے مٹانے کے لیے سود خواروں اور مہاجنوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ احادیث میں بھی سود کو سب سے بڑی سماجی اور اخلاقی بُرائی کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔

حضرت جابر روایت کرتے ہیں:۔

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٰکل الربٰو وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے۔ سود کھانے والے پر اور سود کھلانے والے پر۔ اس کی کتابت کرنے والے پر اس کے گواہوں پر اور آپ نے فرمایا گناہ میں سب برابر ہیں۔

ایک دوسری حدیث ہے:۔

درھم ربٰو یاکلہ الرجل وھو یعلم اشد من ستۃ وثلثین زنیۃ[2]

سود کا ایک درہم جسے انسان جانتے بوجھتے کھاتا ہے وہ چھتیس بار زنا کرنے سے بھی سخت ہے۔

ایک اور روایت میں ہے:۔

الربٰو سبعون جزءً ایسرھا ان ینکح الرجل امہ[3]

سود کھانا ستر حصے گناہ ہے۔ ان میں کا سب سے چھوٹا حصہ یہ ہے کہ انسان اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے۔

---

[1] مشکوٰۃ کتاب البیوع، باب الربٰو۔ بحوالہ مسلم

[2] 〃 〃 〃 بحوالہ احمد، دار قطنی، بیہقی